اسلامی ریاست میں قیادت کے اوصاف اوراس کا انتخاب: سیرت طیبہ کی روشنی میں ایک مطالعہ

The Characteristics of Leadership in the Islamic State: A Study in the Light of Sira-e-Taiba

Dr. Shabana Nazar
Assistant Professor, Department of Arabic
The Islamia University of Bahawalpur
shabana.nazar@ymail.com

Dr. Abdul Majeed Baghdadi
Associate Professor/ Chairman Department of Arabic, AIOU, Islamabad
abdul.majeed@aiou.edu.pk

ABSTARCT

Islam is a complete religion and code of conduct, which not only provides guidance in all walks of life but also rules and regulations. Similarly, Islam has its own ideological system about politics and government. All its basic principles and the instructions are clearly stated in the Qur'an and Sunnah. Which is the torch path for the Muslim Ummah till the Day of Judgment.For a short period of ten years he (PBUH) established the Islamic State in Medina Munawrah. After your departure, those directly trained by the Sunnah, in the case of the Khilafat Rashida, continued to maintain the Islamic State. Thirty years of the Khilafat Rashida will only be remembered as a golden period in Islamic history.

Keywords: *Islam, politics, Qur'an and Sunnah, Islamic State, Khilafat Rashida.*

اسلام ایک مکمل دین اور ضابطہ حیات ہے، جو تمام شعبہ ہائے زندگی میں نہ صرف راہنمائی فراہم کرتا ہے بلکہ اصول وضوابط بھی فراہم کرتا ہے۔اسی طرح اسلام، سیاست و حکومت کے حوالے سے اپنا ایک نظریاتی نظام رکھتا ہے۔جس کے تمام بنیادی اصول اور ہدایات قرآن و سنت میں واضح بیان کر دیئے گئے ہیں۔جو قیامت تک امت مسلمہ کے لیے مشعل راہ ہیں۔

جہاں تک اسلامی ریاست میں قیادت کا تعلق ہے تو اس کی بنیاد ہمیں باضابطہ طور پر اگرچہ مدینہ منورہ میں دکھائی دیتی ہے لیکن آپ ﷺ نے اس کی ابتداء مکہ معظمہ سے شروع فرمادی تھی۔کیونکہ

اسلامی ریاست، اسلامی نظام حیات کی متقاضی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی نظام حیات، دین اور دنیا میں کوئی تفریق نہیں رکھتا۔ چونکہ اسلام کی دعوت و تبلیغ مکہ معظمہ سے ہی شروع ہو گئی تھی لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی ریاست کو قائم رکھنے والی بنیادی باتوں پر عملی کام مکہ معظمہ سے ہی شروع ہو گیا تھا۔

آپ ﷺ نے عرصہ دس سال کی قلیل مدت میں مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم کی جو تقریبا ۱۵ لاکھ مربع کلو میٹر تک وسعت اختیار کر گئی۔ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد آپ سے براہ راست تربیت یافتہ افراد نے سنت کے مطابق خلافت راشدہ کی صورت میں، اسلامی ریاست کا نظم ونسق، جاری وساری رکھا۔ خلافت راشدہ کے تیس سال صرف اسلامی تاریخ عالم میں ایک سنہری دور کے طور پر ہمیشہ یادر کھے جائیں گے۔

زیر نظر مقالہ میں "اسلامی ریاست میں قومی قیادت کے اوصاف وانتخاب سیرت طیبہ کی روشنی میں "زیر بحث لائے گئے ہیں۔

ریاست کا مفہوم

لغوی اعتبار سے کلمہ ریاست عربی زبان کے کلمہ "رئاسۃ" سے بنا ہے جو دراصل رأس سے ماخوذ ہے جس کا معنی بعینہ وہی بنتا ہے جو ہم اردو زبان میں استعمال کرتے ہیں([1]).

جبکہ **اصطلاح** میں ریاست: کسی بھی ایسے ملک یا خطے کو کہتے ہیں جس میں مستقل آبادی، متعین کردہ سرحدیں، ایک حکومت اور دوسری خود مختار ریاستوں کے ساتھ سفارتی وتجاری تعلقات بنانے کی خاصیت ہو۔([2])

اسلامی ریاست کی تعریف میں شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

"علوم دینیہ کی ترویج واشاعت کے ذریعہ دین قائم کرنے، ارکانِ اسلام عملاً نافذ کرنے،
جہاد اور اس سے متعلق امور یعنی لشکر ترتیب دینے، مجاہدین کے مشاہرے مقرر کرنے،
مالِ غنیمت سے انہیں حصہ دینے، حدود اللہ قائم کرنے، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے
روکنے میں نبی ﷺ کی نیابت سے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کی امارت کرنے کو
ریاست کہتے ہیں "۔([3])

حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کی 30 سالہ حکومت کو" خلافت راشدہ" کہا جاتا ہے۔ اسلام کے سیاسی نظام کو اگرچہ "نظام خلافت" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے تناظر میں ہم قومی قیادت کے اوصاف اور اصول کو دیکھ سکتے ہیں۔

انتخاب

اسلامی قیادت کو باقاعدہ طور پر ان اصول وضوابط کے تحت منتخب کیا جائے جن کی طرف شریعت اور سیرت راہنمائی کرتی ہے، اور یہ کہ قیادت ایک اجتماعی مسئلہ ہے تو اس کا انتخاب بھی پوری قوم کا حق ہے۔ لہذا اس کے لیے شریعت نے انتخاب کے کچھ باضابطہ اصول عطا فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَ اَمۡرُہُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَہُمۡ (4)۔

یعنی مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ اجتماعی معاملات کے سلسلہ میں ایک عظیم اساسی قاعدے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں "شوریٰ" کا لفظ بے حد معنی خیز ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اجتماعی معاملات کو متعلقہ ماہرین کے سپرد کیا جانا چاہیے۔

قرآن مجید میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آغاز انسانیت کے وقت زمین پر سب سے پہلے خلیفہ کے تقرر کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں سے ان کا مشورہ (ووٹ) معلوم کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی علمی وسعت کی بنیاد پر زمین
کا خلیفہ مقرر کر کے تمام فرشتوں کو ان کے سامنے جھکا دیا۔ (5)

اسی طرح حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کا تقرر سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین وانصار میں سے اکابر صحابہ کے مشورہ کے بعد عمل میں آیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے وصال کے بعد انہی اکابرین نے جن سے مشورہ لیا گیا تھا حضرت عمرؓ کی بیعت کر کے ان کی خلافت پر حکم صادر کر دیا گیا۔ حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کا تقرر حضرت عمرؓ کی بنائی ہوئی اکابرین کی چھ رکنی کمیٹی کے مشورہ سے وجود میں آیا۔ حضرت سیدنا علیؓ اور حضرت امام حسنؓ کا تقرر بھی اکابر امت کے باہمی مشورہ اور ان کی بیعت سے وجود میں آیا۔ (6)۔

آج کی دنیا میں ترقی یافتہ وترقی پذیر ممالک جمہوری نظام کو نہ صرف اپنے لیے پسند کرتے ہیں بلکہ اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہیں۔ اس جمہوری نظام کے مطابق یہ استصواب رائے کا حق اب ہر شخص کو حاصل ہے، لہذا اس نظام کے مطابق اب عوام اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہیں۔ اسلام کا طریقہ انتخاب سب سے بہتر ہے اور موجودہ دور کا جمہوری نظام اگر اسلامی خطوط پر استوار کیا جائے اور شفافیت کو یقینی بنایا جائے تو جمہوری نظام سب سے بہتر نظام ہے۔

اسلامی ریاست میں قومی قیادت کے انتخاب کے لیے چند اہم راہنما اصول قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کیے جا رہے ہیں:

عقیدہ

قرآن مجید اور آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں قومی قیادت کے لیے پہلا متفقہ اور بنیادی اصول ،عقائد کی درستگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور تمام ضروریات دین پر کامل ایمان رکھنے والا شخص ہی اسلامی ریاست میں قومی قیادت کا اہل ہے۔ چناچہ آپ ﷺ کو اس بات کا حکم اس طرح سے دیا گیا:

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (١٦٢)ۙ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ ۚ وَ بِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (7)

ترجمہ: آپ ﷺ فرما دیجیے بلاشبہ میری نماز اور قربانیاں، اور میرا جینا اور وصال کرنا اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم ہوا ہے، اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے افضل عمل کی بابت جب سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ایمان باللہ و رسولہ (8)

یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔

امانت ودیانت

اسلامی ریاست میں قومی قیادت کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ اسلامی ریاست کو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ایک امانت متصور کی جائے اور حکمرانی کو اللہ تعالی کی طرف سے، عوام ورعایا کی ذمہ داری سمجھا جائے، اس کو اسلام نے بڑی وضاحت اور اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جس کی دنیا کے کسی قانون میں نظیر اور مثال نہیں ملتی۔

شریعت کی رو سے قائد کوئی مطلق العنان حاکم نہیں ہوتا بلکہ امت کا وکیل اور امین ہوتا ہے۔ وکیل کا مطلب یہ ہے کہ امت نے اس کو اپنے اجتماعی معاملات و مصالح کی ذمہ داری سپرد کی ہے، لہذا وہ امت کے وکیل کے طور پر اپنی خدمات سر انجام دے رہا ہے۔ امین کا مطلب یہ ہے کہ خلافت کا عہدہ اس کے پاس امانت ہے۔ اگر وہ اپنی ذمہ داری میں کسی قسم کی کوتاہی کرے گا تو وہ خائن اور فاسد متصور ہو گا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَ مَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ(9)

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔

اسی طرح قیادت کوئی عیش و عشرت کا کام نہیں بلکہ نہایت بھاری پر خطر کام ہے، قائد کی ذمہ داری اتنی سخت ہے کہ وہ بیک وقت اللہ تعالیٰ کو بھی جواب دہ ہے اور امت کو بھی۔ لہذا اسے ہر قدم پھونک کر رکھنا ہو گا۔ معاملات میں یہ ایک ایسی عظیم عبادت ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّہَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ وَ یُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ (۷) وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَتَعۡسًا لَّہُمۡ وَ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ (۸) ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ کَرِہُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاَحۡبَطَ اَعۡمَالَہُمۡ (10)

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جما دے گا، رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے تو ان کے لیے ہلاکت ہے اور اللہ نے ان کے اعمال کو بھٹکا دیا ہے اس لیے کہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ نے نازل کیا ہے، اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالی کا ارشاد ہے کہ:

وَ قَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ (11)

ترجمہ: اور بادشاہ نے کہا کہ اس (یوسف) کو میرے پاس لاؤ کہمیں اسے اپنے لیے خاص کر لوں، پھر جب بادشاہ

نے یوسف سے بات کی تو بادشاہ نے کہا کہ بلاشبہ آپ آج ہمارے نزدیک صاحب اقتدار، امانتدار ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ صاحب اقتدار، حکمران کے لیے امانت دار اور اس عہد ہو ذمہ داری اور امانت کا صحیح محافظ ہونا، اور امور اقتدار سے واقف، عالم ہونا ضروری ہے۔

احادیث نبویہ سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ حکومت کا عہدہ اللہ تعالی کی طرف سے عوام کی اجتماعی، نازک اور اہم امانت ہے۔ چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ:

قلت :يارسول الله ،ألاتستعملني ؟ قال:فضرب بيده على منكبي،ثم قال: ياأباذر ،إنك ضعيف ،وإنها أمانة الخ۔([12])

ترجمہ: میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے عامل (وزیر یا گورنر) نہیں بناتے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا

ہاتھ میرے کندھے پر مار کر فرمایا کہ اے ابوذر! آپ کمزور ہیں اور یہ (حکومت کا معاملہ) امانت ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "سيد القوم خادمهم" ([13]) ترجمہ: قوم کا سربراہ اس کا خادم ہوتا ہے۔

اسی طرح دیگر کئی مواقع پر آپ ﷺ کی تعلیمات میں حکومت کی ذمہ داری کو ایک عظیم امانت سے تعبیر کیا گیاہے۔ مغرب میں اسلام کے سیاسی فلسفہ کے زیر اثر حکومت کے خادم اور امین ہونے کا تصور پروان چڑھا۔ اس بارے میں جان لاک کہتاہے: "حکومت اس لیے تشکیل دی گئی کہ وہ انتظامی کام ایک امانتدار یا ایک کارندے کے طور پر معاشرے کی نمائندگی کرتے ہوئے کرے" ([14])

احتساب

اسلامی ریاست میں قیادت کو بے لگام نہیں ہونا چاہیئے، ایک لیڈر خود کو نہ صرف اللہ تبارک وتعالی کے سامنے جوابدہ سمجھے بلکہ قوم کے سامنے بھی جوابدہ سمجھے۔ اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ قُلِ اعۡمَلُوۡا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ وَ رَسُوۡلُهٗ وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ([15])

ترجمہ: فرما دیجئے: تم عمل کرو، سو عنقریب تمہارے عمل کو اللہ (بھی) دیکھ لے گا اور اس کا رسول (بھی) دیکھ لے گا اور اہل ایمان (بھی)۔

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر مسلم قیادت کو نہ صرف اللہ تعالی کے سامنے جوابدہی کا کہا گیاہے بلکہ رسول اللہ ﷺ، اور دیگر مومنین کے سامنے بھی جواب دہ قرار دیا گیاہے۔

آپ ﷺ کی تعلیمات اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت سے یہ بات واضح معلوم ہوتی ہے کہ

خلفاء راشدین خود کو عوام کے سامنے جوابدہ متصور کرتے ہوئے عوام کو مطمئن کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کا مشہور واقعہ جس میں آپؓ سے چادر سے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ یہ کرتا آپ نے ایک چادر سے کس طرح بنالیا؟ جبکہ یہ ایک سے نہیں بن سکتا۔ تو آپؓ نے اسے تسلی بخش جواب دیا کہ میں نے اپنے بیٹے سے ایک چادر مزید لی تھی جس سے یہ کرتا مکمل ہوا ہے۔ اور سائل کو جھاڑ نہیں پلائی۔

اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا کہ:

أيها الناس إني وليت عليكم ولست بخيركم ،فإن رأيتموني على حق فاعينوني وإن رأيتموني على باطل فسددوني.(16)

یعنی اے لوگو! میں اس وقت آپ کا خلیفہ مقرر ہوا ہوں، میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر مجھے حق پر دیکھو تو میری اطاعت کرنا اور اگر مجھے راستے سے ہٹا ہوا دیکھو تو میری ہر گز اطاعت نہ کرنا۔

تقویٰ و پرہیز گاری

اسلامی ریاست میں قیادت کے لیے ضروری ہے کہ وہ عبادت گذار، سچ بولنے والا، دیانتدار، حرام سے بچنے والا، گناہ سے رکنے والا، خوشی اور غصے میں آپے سے باہر نہ ہونے والا اور خلاف مروت امور کا ارتکاب کرنے والا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا رشاد ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ(17)

ترجمہ: اللہ کے نزدیک تم سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ قیادت کے زیادہ لائق اور مستحق صرف اور صرف وہ شخص ہے جو امت میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہو۔

نیز حکام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے فرائض منصبی کی جملہ تفصیلات سے اچھی طرح واقف ہوں، علماء حق سے ملاقات کر کے ان سے مشورے لیتے رہیں، تواضع اور برداشت والے ہوں، اپنے ماتحتوں کو کنٹرول کرنے کے فن سے آگاہ ہوں، اپنے آپ کو عوام سے ہٹ کر کوئی منفرد مخلوق نہ سمجھتے ہوں، احساس ذمہ داری کے مالک

ہوں، خوراک ولباس میں سادگی پسند ہوں، نرمی کی جگہ نرم اور سختی کی جگہ سخت بات کرنے والے ہوں، حدود شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے قوم کو خوش رکھنے والے ہوں، اللہ تعالی کی رضا کو ہر شے پر ترجیح دینے والے ہوں۔

اہلیت

اسلامی ریاست میں قومی قیادت کے اصولوں میں سے ایک بنیادی اصول اس امانت کو اس کے اہل تک سونپنے کی

ذمہ داری ہے جس کا اختیار عوام اور اہل حل وعقد کو دیا گیا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ (18)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل لوگوں تک پہنچادو۔

حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنِ اسْتَعْمَلَ عَامِلا عَلَى قَوْمٍ وَفِي تِلْكَ الْعِصَابَةِ مَنْ هُو أرضى الله مِنْهُ فَقَدْ خَانَ اللَّهَ وَخَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَانَ جَمِيعَ الْمُسْلِمِينَ(19)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کا وزیر مقرر کیا اور اس جماعت میں اس آدمی سے زیادہ اللہ کا پسندیدہ بندہ تھا، تو اس نے اللہ کے ساتھ خیانت کی، اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ بھی خیانت کی، اور تمام مسلمانوں کے ساتھ بھی خیانت کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کا عہدہ، اس کے لاکھوں کروڑوں عوام بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی امانت ہے، اگر حکمران اہل نہ ہو تو قیامت کے دن منتخب کرنیوالوں کو بھی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا ہوگا۔ اور نااہل کو عہدہ سپرد کرنا امانت کو ضائع کرنا ہے۔ اس بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

فَإِذَا ضُيِّعَتِ الأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ . قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا قَالَ: إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ (20)

ترجمہ: جب امانت کو ضائع کر دیا جائے، تو آپ قیامت کا انتظار کریں، انہوں نے عرض کیا کہ امانت کو ضائع کرنا کس طرح ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب معاملہ نااہل کے حوالہ کر دیا جائے، تو آپ قیامت کا انتظار کریں۔

اس سے معلوم ہو کہ حکمران کا اہل ہونا کس قدر ضروری ہے اور یہ حکمرانی کے لیے ایک بنیادی اصول ہے۔

عقل و دانش

اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے قومی قیادت کا صاحب حکمت و فراست ہونا از حد ضروری ہے۔ قرآن مجید اور کتب سیرت کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو صاحب حکمت اور معلمِ حکمت کا بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ *(21) اس کے علاوہ دین کی تبلیغ کے سلسلہ میں بھی حکمت اختیار کرنے کا حکم فرمایا:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ(22)

مطالعہ سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ حکمت سے انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں مثالی ورہنما اسوہ حسنہ فراہم کیا۔ انہی میں سے ایک ریاستِ مدینہ اور اس کے متفقہ دستور کی تشکیل ہے۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف لاتے ہی یہاں کے سماجی وسیاسی حالات کا اپنی خداداد حکمت وبصیرت سے جائزہ لیا، اور شہر مدینہ کے با اثر قبائل اوس و خزرج اور اس کے گرد آباد قبائل اور یہودیوں کی سیاسی، معاشرتی اور معاشی حالت کا صحیح اندازہ لگایا۔ جس کے نتیجے میں آپ ﷺ نے اپنی حکمت و دانائی سے اوس و خزرج کے مابین تلخی و نفرت کو باہمی محبت میں بدل دیا۔ اور اس کے علاوہ مسلم مہاجرین کی مدینہ منورہ میں آبادکاری کا انتظام مواخات کے ذریعہ حل فرمایا۔ اور مدینہ منورہ کے قریب بسنے والے یہود اور دیگر قبائل کی طرف دوستی و خیر سگالی کا ہاتھ بڑھایا۔(23)

علم و بصیرت

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ
بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَ
الْجِسْمِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (24)

ترجمہ: اور کہا ان (بنی اسرائیل کے لوگوں) کو، ان کے نبی کہ بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر فرما دیا ہے، انہوں نے (جواب میں) کہا کہ اس کی حکومت ہم پر کس طرح ہو سکتی ہے، اس سے تو ہم ہی حکومت کے زیادہ مستحق ہیں اور اس (طالوت) کو مال کی وسعت بھی نہیں دی گئی، نبی نے کہا کہ بے شک اللہ نے اسے تمہارے اوپر (حکمرانی کے لیے) منتخب فرما لیا ہے، اور اسے علم اور جسم میں زیادہ فراخی ہے، اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ وسیع، بہت علم والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی کام اور بطور خاص حکومت کے عہدے کے لیے ضروری ہے کہ اس کام پر اسے قوت اور علم حاصل ہو جس سے وہ اس ذمہ داری سے صحیح طور پر عہدہ برآ ہو سکے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

إذا ضيعت الأمانة فانتظر الساعة وقال:كيف إضاعتها؟قال:إذاوسد الأمر إلى غير أهله فانتظرالساعة ([25])

ترجمہ: جب امانت کو ضائع کر دیا جائے، تو آپ قیامت کا انتظار کریں، انہوں نے عرض کیا کہ امانت کو ضائع کرنا
کس طرح ہو گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب معاملہ نااہل کے حوالہ کر دیا جائے، تو آپ قیامت کا انتظار کریں۔

نیز اسلامی ریاست میں قائد کے لیے سیاست مدنیہ کے علاوہ، علم قانون، علم سیاست، علم معیشت، علم معاشرت کا اس حد تک ماہر ہو کہ اصول و فروع میں اجتہاد کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو۔ مملکت کے جملہ داخلی، خارجی اور انتظامی معاملات پر خوب دسترس رکھتا ہو۔

عدالت

قیادت کے لیے عادل ہونا بنیادی شرط ہے، عدل ایک ریاست کے لیے بنیادی ضرورت ہے کیونکہ اس کے بغیر
معاشرہ کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتا۔ ریاست کے قیام کا مقصد عدل و انصاف کی فراہمی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلامی ریاست کے حکمرانوں کو عدل و انصاف کی بابت واضح ہدایات جاری فرمائیں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ([26])

ترجمہ: اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔

اور آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپؐ مثالی نظام عدل قائم کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَیۡنَکُمۡ ؕ (27)

ترجمہ: اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمھارے درمیان عدل کروں۔

عہدِ رسالت مآب ﷺ میں اسلامی ریاست کا اہم ترین شعبہ عدالت تھا جس کے چیف جسٹس آپ ﷺ خود تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی ذات سے ہی نظام عدل قائم فرمایا اور پوری انسانیت کے لیے مثالی نمونہ پیش کیا۔ ابن ہشام کی السیرۃ النبویہ ﷺ میں عدالتِ نبوی کا یہ سنہری جملہ آج بھی تمام منصفینِ عالم کی رہنمائی کر رہا ہے:

والذی نفس محمد بیدہ لو أن فاطمۃ بنت محمد فعلت ذٰلک لقطعت یدھا (28)

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کی قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ یہ کام (چوری) کرتی تو میں اس کے بھی کاٹ دیتا۔

اسلامی ریاست کی قومی قیادت کو سب کے لیے یکساں نظام عدل قائم کرنا اور اس پر عمل درآمد کرانا ریاست کے استحکام کے لیے بہت ضروری ہے۔ قیادت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ انصاف کی آسان اور یقینی فراہمی کے لیے قاضیوں کا تقرر کرے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عقبہ اور حضرت معقل

بن یسار رضوان اللہ علیہم کو مختلف اوقات میں قاضی مقرر کیا۔ (29)

قائد پر لازم ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ ہمیشہ عدل اور انصاف سے کام لے اور کبھی بھی اپنے ملک کے شہریوں

میں امتیازی سلوک نہ برتے، کبھی کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرے، جان، مال عزت کے معاملات میں پورا پورا انصاف ضروری ہے۔ سیاسیات، اقتصادیات، قضاء، گھریلو معاملات، جرم و سزا، وغیرہ شعبہ جات میں عدل بے حد ضروری ہے۔

مشاورت

اسلامی ریاست میں قیادت کو باہمی مشاورت کا ماحول اپنانا چاہیئے، کیونکہ اسلامی ریاست کا نظام نہ تو آمرانہ

ہے

کہ فرد واحد کی رائے کو جابرانہ تسلط حاصل ہو اور نہ ہی جمہوری کہ ہر اہل نا اہل کی رائے کو برابر درجے کی اہمیت حاصل ہو۔ بلکہ اسلام کا نظام ریاست وحکومت شورائی ہے۔ شوریٰ اسلامی نظام ریاست کے اساسی قواعد میں سے ہے۔ قرآن و سنت میں اس کا حکم فرضیت کے درجے میں ہے ۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَ اَمۡرُہُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَہُمۡ ۪ (30)یعنی مسلمان اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلانے کے پابند ہیں۔اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تبارک وتعالی نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفی ﷺ کو مشورے کا پابند کرتے ہوئے،ارشاد فرمایا: وَ شَاوِرۡہُمۡ فِی الۡاَمۡرِ ۚ (31)۔

آپ ﷺ اکثراپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مشورہ فرمایا کرتے تھے اور متفقہ رائے پر عمل کرتے۔کتبِ سیرت و تاریخ گواہ ہیں کہ آپ ﷺ نے تمام غزوات میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا اور اس پر عمل بھی کیا۔ آپ ﷺ کے جانشین خلفا راشدین نے اسلامی ریاست و عوام کی ترقی و خوشحالی کے لیے مشورہ کی عظیم سنت نبوی ﷺ کو بڑے اہتمام سے جاری رکھا۔اسی طرح آپ کے خلفاء راشدین بھی دیانت دار اور اہل علم ماہرین سے مشورہ کے بغیر ایک قدم نہ اٹھاتے تھے۔مشورہ اس لیے بھی ضروری قرار دیا گیاہے کہ ماہر افراد کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔اسی لیے اسلامی ریاست میں قیادت کے ساتھ ایک مجلس شوری کا ہونا فرض قرار دیا گیا ہے۔

مشورہ اس لیے ضروری قرار دیا گیاہے کہ تجربہ کار اور ماہر افراد کی من جملہ آراء معلوم کر کے صحیح نتیجہ تک رسائی حاصل کی جاسکے، بعد میں ندامت نہ ہو، خواہش نفسانی سے بچاجاسکے، باہمی اتفاق اور محبت حاصل ہو سکے، آزادی رائے کو فروغ دیا جاسکے، امت مسلمہ کے سیاسی تشخص کو احترام حاصل ہو سکے، اعتراضات سے محفوظ رہا جا سکے، خیر خواہ اور بد خواہ میں فرق معلوم کیا جاسکے۔ اور شوریٰ کے ارکان میں بھی کم و بیش ان تمام اوصاف کا ہونا ضوری ہے جن کا خلیفہ
میں ہوناضروری ہے۔

نیک سیرت عُمّال کا تقرر

اسلامی ریاست میں قومی قیادت کی رہنمائی کے لیے کابینہ کی تقرری اور حکومتی افسران وکارکنان کا تقرر کیا جا
سکتاہے بشرطیکہ یہ تقرر میرٹ پر کیاجائے اور قابل لوگوں کو ہی حکومتی ذمہ داریاں تفویض کی جائیں۔

اللہ تبارک و تعالی کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ (32)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل لوگوں تک پہنچادو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَ جَعَلۡنَا مَعَہٗۤ اَخَاہُ ہٰرُوۡنَ وَزِیۡرًا (33)

ترجمہ: اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور ہم نے اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارونؑ کو وزیر بنایا۔

اس آیت سے حکمران کے لیے وزیر اور معاون کا ثبوت ہوا، لہذا ایک قائد یا حکمران اپنی کابینہ نیک اور باکردار لوگوں سے منتخب کر سکتا ہے جن میں عوام کی خدمت کا جذبہ موجود ہو۔

آپ ﷺ کے زمانہ میں حضرت قیس بن سعدؓ آپ ﷺ کے آگے آگے اس طرح ہوتے تھے، جس طرح امیر کا معاون (گارڈ) ہوتا ہے۔(34)

جس وقت ریاست کی حدود شرقاو غربا پھیلی ہوئی ہوں، وسیع و عریض ہوں تو ایسے میں کابینہ کے افراد کو لازمی طور پر رکھا جاتا ہے تاکہ ریاست کے امور بحسن وخوبی سرانجام پاتے رہیں۔

اسی طرح مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انتظامی لحاظ سے اسے چودہ صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ حکومتی منصب سنبھالنے اور اسے کماحقہ انجام دینے کی اہلیت رکھنے والے صحابہ کرام کو ہی صوبوں کا عامل مقرر فرماتے۔ جن کے فرائضِ منصبی میں اندرونی و بیرونی سرحدوں کی حفاظت، نمازوں کی امامت، عوام کی دینی و عصری تعلیم و تربیت، معیشت کا استحکام اور عوام کا ضروری احتساب شامل ہوتا تھا۔ آپ ﷺ وقتاً فوقتاً ان عاملین کو ہدایات جاری فرماتے اور بوقت ضرورت انہیں تبدیل یا معزول بھی کر دیتے۔ آپ ﷺ نے ریاست اسلامیہ کا نظم و نسق چلانے کے لیے چند مخصوص صحابہ یعنی حضرت عمر، حضرت علی، حضرت سعد بن معاذ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی، حضرت انیس بن ضحاک اسلمی اور حضرت ابو امامہ باہلی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مختلف امور میں نگران مقرر کیا ہوا تھا۔(35)

صحابہ کرامؓ کو آپ ﷺ نے یہ بات ذہن نشین کرادی تھی کہ حکومت کے عہدے اور مناصب حصول عزت وجاہ اور کسب دنیا کے ذرائع نہیں ہیں، اس لیے ان کے حصول کی جدوجہد ہی غیر مستحسن ہے۔(36)

آپ ﷺ نے صرف اس پر بس نہیں فرمائی بلکہ آگے بڑھ کر ارشاد فرمایا: إنا والله لا نولي على هذا العمل أحدا سأله ولا أحدا حرص عليه۔(37)

ترجمہ: اللہ کی قسم، ہم کسی ایسے شخص کو اپنی حکومت کے کسی منصب پر مقرر نہیں کرتے، جس نے اس کی درخواست کی ہو یا جو اس کا حریص ہو۔

اسی طرح سے اکثر اوقات عاملین کے تقرر میں یہ بات ملحوظ رکھی جاتی تھی کہ جو لوگ جس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ان کو اسی قبیلہ کے لیے منتخب کیا جاتا تھا اور اگر کسی غیر قبیلہ کا آدمی نامزد ہوتا تو اس کے ساتھ تعاون کے لیے اسی قبیلہ کے آدمی کو بھی ساتھ نامزد کیا جاتا تھا، مثال کے طور پر عکرمہ بن ابو جہل کے ساتھ مالک بن عوف کو قبیلہ بنو ہوازن کی طرف عامل بنا کر بھیجا گیا اور ابن الاصبع کلبی کو عبد الرحمن بن عوف قریشی کے ساتھ بنو کلب کی طرف عامل بنانے کا ذکر ملتا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔([38])

امن وامان

اسلامی ریاست میں امن ایک بنیادی اصول سمجھا جاتا ہے۔ قرآن مجید اور تعلیمات نبوی ﷺ سے یہ امر ثابت و متحقق ہے کہ ملت کا اتحاد و اتفاق اسلامی ریاست کے استحکام کی ضمانت ہے۔ اس کے لیے قومی قیادت کو بھرپور جدوجہد کرنی چاہیے۔ مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام اور متفقہ دستور کے نافذ العمل ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں امت کو متحد رکھا اور آئندہ کے لیے بھی مسلمانوں کو باہم متحد و متفق رہنے کی تلقین فرمائی۔ آپ ﷺ نے آنیوالے مسلم حکمرانوں کے لیے ایک مثالی نمونہ بھی فراہم کیا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا ([39])

ترجمہ: مومن مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوطی سے ملائے رکھتا ہے۔

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو باہم جھگڑنے اور بدامنی پیدا کرنے سے اس طرح منع فرمایا:

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ([40]) اور آپ ﷺ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ کہیں لڑائی جھگڑا ہو جاتا اور اس کی خبر آپ ﷺ کو مل جاتی تو آپ ﷺ فوراً اسے ختم کراتے۔

اس سلسلے میں ایک روایت ہے کہ حضرت سہل بن سعدؓ نے فرمایا: اہل قبا آپس میں لڑ پڑے، انھوں نے ایک دوسرے پر پتھراو کر دیا۔ آپ ﷺ کو اس معاملہ کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا چلو ہم ان کے درمیان صلح کرا دیں۔([41])

عوامی حقوق کی پاسداری

اسلام میں حکمرانوں کے ذمہ عوام اور رعایا کے حقوق کی بڑی اہمیت رکھی گئی ہے، نیز عوام اور رعایا کے ساتھ نرمی اور خیر خواہی کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : كلكم راع فمسؤل عن رعيته ،فالأمير الذي على الناس راع وهو مسؤل عنهم ([42])

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک نگران ہے، جس سے اس کی رعایا کے بارے میں (قیامت کے دن) سوال کیا جائے گا، پس لوگوں پر امیر (اور حاکم) نگران ہے، جس سے (اس کے ماتحت) لوگوں کے (حقوق) کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اس سے پتہ چلا کہ جو شخص کسی معاملہ میں لوگوں کا حاکم یا حکمران بنا، خواہ خزانے کا عہدہ کا، یا زراعت کے عہدہ کا، یا تجارت کے عہدہ کا یا پانی و بجلی اور گیس کے عہدہ کا، یا صحت کے عہدہ کا یا کسی عہدہ کا اس سے بہر صورت اس کے متعلقہ محکمہ کے بارے میں عوام کے حقوق کا سوال کیا جائے گا کہ اس نے اس معاملہ میں عوام اور رعایا کے کیا کیا حقوق پورے کیے ہیں۔ ایک اور حدیث جو حضرت ابو مریمؓ سے مروی ہے کہ:

سمعت رسول الله يقول:من ولي من أمر المسلمين شيئا فاحتجب دون خلتهم وحاجتهم وفقرهم وفاقتهم احتجب الله عز وجل يوم القيامة دون خلته وفاقته وحاجته وفقره ([43])۔

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی معاملہ کا ولی (حاکم و حکمران) بنا ، پھر وہ ان (مسلمانوں) کی ضرورت، حاجت، فقر اور فاقہ سے چھپ گیا (اور ان کی پہنچ سے دور ہو گیا) تو اللہ عز و جل قیامت کے

دن اس کی ضرورت و حاجت اور فقر و فاقہ سے حجاب (دوری) اختیار کرے گا۔

ان احادیث سے ایسے حکمرانوں کے لیے شدید وعید معلوم ہوئی، جو ضرورت مند عوام و رعایا کی پہنچ سے دور بیٹھ جاتے ہیں، جن سے ضرورت مندوں کو سوال کرنا اور بات چیت کے ذریعہ سے رابطہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے، کہ ایسے حکمرانوں کی اپنی دنیا و آخرت کی ضروریات کو پوری کرنے کا معاملہ اللہ کی طرف سے بھی بند ہو جاتا ہے۔

خلاصہ

قرآن مجید اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قومی قیادت کی تربیت میں فکری و نظری پہلو کو ایک اساسی حیثیت حاصل ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فکری و اعتقادی رہنمائی کے ساتھ ساتھ اخلاقی اوصاف سے مزین قیادت ہی ملک و قوم کو کامیابی سے ہمکنار کر سکتی ہے۔ قومی قیادت کا بین الاقوامی امور سے واقف اور عالمی مسائل سے آگاہ ہونا بہت ضروری ہے۔ آپ ﷺ نے جنگ کے دوران کمزور انسانی طبقات کو تحفظ دیکر دنیا کے لیے مثالی نمونہ فراہم کیا۔ موجودہ دور میں عالم انسانیت کو اس مبارک عمل کے اِحیاو اجرا کی اشد ضرورت ہے۔ قومی قیادت کو عصری علوم و فنون، ٹیکنالوجی اور تکنیکی مہارتوں سے واقف ہونا ازحد ضروری ہے۔

سفارشات

۱۔ قومی قیادت کا انتخاب آپ ﷺ کے بتائے ہوئے اوصاف کی روشنی میں کیا جائے۔

۲۔ حکمران اور سربراہ کو چاہیے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی عوام کا خیال کریں۔

۳۔ سربراہ مملکت اپنے ملک میں تعلیمی، سیاسی، معاشی، معاشرتی، مضبوط پالیسیاں بنائیں۔

۴۔ قومی قیادت ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لیے قرآن مجید اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے اکتساب کرتے ہوئے اپنی قوم کی رہنمائی کرے۔

۵۔ قومی قیادت تمام تر تعصبات سے بالاتر ہو قومی وحدت کی آئینہ دار ہو۔

۶۔ وطنِ عزیز میں سیاسی تربیت کے ادارے قائم کیے جائیں اور تربیت و رہنمائی کا اہتمام کیا جائے۔

۷۔ قومی قیادت اپنی قوم کی دینی، تاریخی اور ثقافتی اقدار کو اغیار کی یلغار سے بچانے کے لیے تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں مستقل اقدامات کرے۔

حوالہ جات

[1] ۔مولوی فیروزالدین،فیروزاللغات،فیروز سنز،لاہور،۱۹۷۵،مادہ:ر۔ی،ص ٦٦٦

[2] ۔ مالکولم ناتھن شا،"ریاست کی ذمہ داریاں"، عالمی قوانین، کیمبرج یونیورسٹی پریس، کراچی، 2003، ص178

[3] ۔شاہ ولی اللہ،ازالۃ الخفاءعن خلافۃ الخلفاء، سہیل اکیڈمی،لاہور،۱۹۹٦ ج۱،ص ۲

[4] ۔شوریٰ ۴۲ :۳۸

[5] ۔البقرۃ ۲ :۳۰-۳۴

[6] ۔البخاری،الجامع الصحیح،کتاب المناقب،حدیث نمبر ۳٦٦۷

[7] ۔الانعام ٦ :۱٦۲،۱٦۳

[8] ۔البخاری،الجامع الصحیح،باب:من قال ان الایمان ھو العمل ،حدیث نمبر ۲٦

[9] ۔المائدہ ۵ : ۴۷

[10] ۔محمد ۴۷ :۹-۷

[11] ۔یوسف ۱۲ :۵۴

[12] ۔امام مسلم، مسلم بن حجاج القشیری، کتاب الامارۃ،باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، حدیث نمبر ۱۸۲۵

[13] ۔علاء الدین علي بن حسام الدین المتقي الهندي البرهان فوري، کنز العمال في سنن الأقوال والأفعال،حدیث نمبر ۱۷۵۱۷،مؤسسة الرسالة،بیروت

[14] Mattern , Johannes, Concepts of State ,Sovereignty & international Law, Page 17. -

[15] ۔التوبۃ ۹: ۱۰۵

[16] ۔الدکتور موسی شاھین لاشین، فتح المنعم شرح صحیح مسلم،دار الشروق، بیروت ۱۴۱۴ھ ،حدیث نمبر ۴۱۸۸

[17] ۔الحجرات ۱۳:۴۹

[18] ۔النسا ۴ : ۵۸

[19] ۔ أحمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشيباني، کتاب السنة، المکتب الإسلامي، بیروت،۱۴۲۱ھ، ص ٦۲۷

[20]۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان ،باب من سئل علما، حدیث نمبر ۵۹

[21]۔ جمعہ ۶۲ :۲

[22]۔ النحل ۱۶ :۱۲۵

[23]۔ محمد حسین ہیکل، حیاتِ محمد ﷺ ،بک کارنر، لاہور، ۲۰۱۳، ص ۲۲۳۔۲۲۴

[24]۔ البقرۃ ۲ : ۲۴۷

[25]۔ البخاری، الجامع الصحیح،کتاب الایمان ،باب من سئل علما وھو مشتغل فی حدیثہ، حدیث نمبر ۵۹

[26]۔ النسا ۴ : ۵۸

[27]۔ الشوریٰ ۴۲ : ۱۵

[28]۔ ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویہ ﷺ ،مطبعہ مصطفی البابی، مصر، ۱۳۸۱ھ، ج ۱، ص ۳۴۴

[29]۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر، عہد نبوی کا نظام حکومت، الفیصل ناشران کتب، لاہور، ۱۹۹۵، ص ۳۴

[30]۔ شوری ۴۲:۳۸

[31]۔ آل عمران ۳ :۱۵۹

[32]۔ البقرۃ ۲ : ۵۸

[33]۔ الفرقان ۲۵ : ۳۵

[34]۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب الحاکم یحکم بالقتل علی من وجب علیہ دون الامام الذی فوقہ، حدیث نمبر ۷۱۵۵

[35]۔ ڈاکٹر، یٰسین مظہر صدیقی، عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت، الفیصل ناشران کتب، لاہور، ۱۹۹۵، ص ۲۶۔۲۷

[36]۔ نثار احمد، ڈاکٹر، عہد نبویؐ میں ریاست کا نشوو ارتقاء، نشریات لاہور، ۲۰۰۸، ص ۴۱۳

[37]۔ امام مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الامارۃ، باب النھی عن طلب الامارۃ والحرص علیہا، حدیث نمبر ۱۷۳۳

[38]۔ ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویہ، ج ۳، ص، ۶۰۷

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۹۴

[39]۔ امام مسلم، الجامع الصحیح کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، حدیث نمبر ۲۵۸۵

40۔البخاری،الجامع الصحیح، الایمان ، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ،حدیث نمبر ۱۰

41۔امام عبدالرزاق،المصنف،دار الفکر،بیروت،۱۴۲۱، حدیث نمبر ۴۰۷۲

42۔ صحیح بخاری، کتاب العتق،باب کراہیۃ التطاول علی الرفق، حدیث نمبر ۲۵۵۴

43۔الحاکم، آبو عبداللہ محمد بن عبداللہ ،مستدرک الحاکم،کتاب الاحکام، حدیث نمبر ۷۰۲۷